# عصمت چغتائی کے افسانوں میں "گھر" کا تذکرہ

ڈاکٹر محمد نصراللہ
لیکچرار، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

**Abstract:**

Most of the Characters by Ismat Chughtai belong to domestic life. In this article, the importance of home is reviewed in the lives of her characters. The greatest dream of life of most of the characters in Ismat Chugtai is to find a home. Most of her characters cannot find a home for themselves. Those who can find, they have to face many dark sides of the house. As a progressive short story writer, she creates a passion for making her home within her feminine characters. Overall, according to Ismat Chughtai's narrator, human characters are responsible for creating or destroying a home environment.

**Key Words:** Fiction, Home, Human being, Feminine Characters, Places.

**کلیدی الفاظ:** فکشن، گھر، بنی نوع انسان، نسوانی کردار، مقامات

زندگی اور ادب میں جگہوں کے کردار کی اپنی معنویت ہے۔ مختلف جگہوں کے انسانی ذہن پر مختلف نوعیت کے اثرات ہوتے ہیں۔ ان اثرات کے نتیجے میں تشکیل پانے والی، سامنے آنے والی انسان کی ذہنی صورت حال اور اس کا تجربہ قابل تجزیہ ہے۔ کئی جگہوں میں سے، جہاں انسان وقت گزارنے کا تجربہ کرتا ہے، ایک مرکزی جگہ اس کا گھر ہوتا ہے۔ وسیع معنوں میں کسی محلے یا کالونی کی ایک چاردیواری میں آباد محض ایک گھرانہ ہی آدمی کا گھر نہیں ہوتا، وہ پوری گلی، محلہ، گاؤں، قصبہ، شہر یا ملک بھی آدمی کے گھر کی مانند ہی ہوتا ہے۔ وسیع تر معنوں میں پوری دنیا آدمی کا گھر ہے۔ اپنے عام، مقررہ و مقید مفہوم کے اعتبار سے گھر یا مکان کے معنی محض اس جگہ کے ہوتے ہیں جہاں آدمی اپنے خاندان کے ساتھ بستا ہے؛ حالانکہ گھر کے معانی اس سے کہیں زیادہ پھیلے ہوئے ہیں۔ اردو لغت (1) میں گھر کے متنوع معانی بیان کیے گئے ہیں جن میں بعض درج ذیل ہیں:

"۔۔۔کسی فرد یا خاندان کے رہنے کی جگہ، رہائش گاہ، جائے سکونت، مکان، مسکن، حویلی، کوٹھی، بنگلہ۔۔۔ ٹھور ٹھکانا، جگہ، اڈا، مرکز۔۔۔ گھونسلا، آشیانہ، پرندوں کے بسیرا کرنے کی جگہ۔۔۔ امن کی جگہ، جائے پناہ، آرام وراحت سے بسر کرنے کا مقام۔۔۔ جائے پیدائش، دیس، وطن۔۔۔ گھر کے تمام افراد، اہل خانہ، گھر کا گھر، پورا گھر، خاندان، کنبہ۔۔۔ اپنے لوگ، عزیزواقارب۔۔۔۔خاوند، بر، دولھا"

مذکورہ اقتباس میں بھی گھر کے جانے پہچانے اور محدود معانی بیان کیے گئے ہیں۔ یہ معانی پوری طرح سے گھر کے معانی کا احاطہ نہیں کرتے۔ راقم کے نزدیک گھر وہ جگہ ہوتی ہے جہاں انسان پیدا ہوتا، جس کے ساتھ پلتا بڑھتا، جوان ہوتا ہے۔ گھر اپنے گہرے، حقیقی اور فراخ معنوں میں ایک مخصوص ماحول سے عبارت جگہ کا نام ہوتا ہے۔ ایک ایسی جگہ، ایسا ماحول جس کی تشکیل میں کئی عناصر کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ ہر گھر، گاؤں، قصبے یا شہر کا ایک داخلی ماحول، ایک داخلی دنیا ہوتی ہے۔ بعینہ ہر جگہ کا ایک خارجی ماحول، ایک خارجی دنیا ہوتی ہے۔ یہ دونوں ماحول، یہ دونوں دنیائیں ایک دوسرے پہ گہرے طور پر اثرانداز ہوتی ہیں۔ کسی گھر یا شہر کے داخلی ماحول کی تشکیل میں ایک تو اس گھر کے افراد کے طرز فکر واعمال کا عمل دخل ہوتا ہے، دوسرا ان افراد کی نفسی دنیاؤں کی تعمیر و تشکیل میں بذات خود اس جگہ، اس جگہ کی نوعیت اور اس جگہ پر موجود کچھ "چیزوں" کا اہم کردار ہوتا ہے۔ مثلاً کچھ علاقوں (شمالی) کے لوگ اپنے طرز حیات میں بالعموم سادہ، ملنسار، مہمان نواز، فراخ دل، بہادر، بے غرض اور انسان دوست ہوتے ہیں۔ ان کے یہ رویے موروثی بھی ہوسکتے ہیں، معاشرتی بھی؛ جبکہ ان کے ان رویوں کی تشکیل میں ان جگہوں کے جمال، شان وشکوہ، مضبوطی اور وسعت کا عمل دخل بھی ہوسکتا ہے۔ نئی اور پرانی، تنگ اور کشادہ، بند اور کھلی (روشن، ہوادار) جگہوں کے انسانی مزاج پر اثرات کی نوعیت مختلف ہوتی ہے۔ جن جگہوں پہ درخت، جانور، پرندے اور ہریالی ہو وہاں کا ماحول اور طرح کا ہوتا ہے، جہاں یہ سب چیزیں نہ ہوں وہاں کا ماحول اور ہوگا۔ جن گھروں میں بچے، بوڑھے، ایک سے زیادہ خاندان بستے ہوں گے وہاں کا کلچر اور ہوگا، جن گھروں میں تنہا تنہا خاندان ہوں گے وہاں کا مزاج اور ہوگا۔ گاؤں اور قصبوں میں عموماً ایک گھر دوسرے گھر سے مل کر "اپنے گھر" کی تعمیر کرتا ہے۔ شہروں میں ہر گھر دوسرے گھر سے جدا، تنہا، ایک اجنبی اکائی کی مانند ہوتا ہے۔

گاؤں اور ننھے شہروں میں بسنے والے لوگوں کے گھروں کی دیواریں ہی نہیں، دل بھی آپس میں ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہاں شہروں کی نسبت آبادی کم اور جگہ زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں شہروں کی طرح شور، آلودگی اور تیزی نہیں

ہوتی۔ یہاں کے دن نسبتاً اجلے، ٹھہرے ہوئے، شامیں قدرے خاموش اور راتیں گہری چپ ہوتی ہیں۔شام کے بعد چھوٹے شہروں کی سڑکیں، گلیاں، سارے راستے اور لوگ نیند کے انتظار میں ہوتے ہیں۔یہاں درختوں، پرندوں، جانوروں، فصلوں اور سب سے بڑھ کے انسانی رشتوں کو پھلنے پھولنے کا زیادہ موقع ملتا ہے۔یہاں آدمی، آدمی کو پہچانتا،اس کے ساتھ کسی نہ کسی زمانے، کسی نہ کسی نوعیت کا کوئی نہ کوئی تعلق ضرور محسوس کرتا ہے۔یہاں رشتے فطری طور پر بنتے، پروان چڑھتے ہیں۔یہ سارا ماحول ایک دوسرے پر اثرانداز ہوتا ہوا، گھر اور باہر کی، داخل و خارج کی ثنویت کو پاٹتا ہوا ایک ایسی اکائی، ایک ایسے ''گھر'' کو جنم دیتا ہے جس میں بہ ظاہر سب کچھ اپنی اپنی جگہ ہوتا ہے؛ مگر سب کچھ آپس میں ملا جلا ہوتا ہے۔

آبائی جگہیں یا گھر ماں کی گود کی مانند ہوتے ہیں کہ جن کے دامن میں آدمی وہ سکون اور تحفظ محسوس کرتا ہے جو دنیا کے کسی اور کونے میں نہیں۔اس کے برعکس اجنبی جگہوں پہ آدمی خود کو تنہا، بے چین، اداس یا کسی ڈار سے بچھڑا ہوا پنچھی محسوس کرتا ہے۔کچھ باسیوں کو اپنے آبائی گھروں پر اپنا بچپن، لڑکپن تک گزارنے کا موقع نہیں ملتا۔ان کا رشتہ اپنے لوگوں، اپنی مٹی سے بننے سے قبل ہی ٹوٹ جاتا ہے۔انھیں زمانے کے اتفاقات سے، ہجرت کے، مسلسل دربدری کے تجربے سے گزرنا پڑتا ہے۔کچھ لوگ اپنے گاؤں، شہر یا گھر کے ساتھ تادیر رہنے کے تجربے سے گزرنے کے بعد اس سے بچھڑنے کے تجربے سے گزرتے ہیں۔ان کا اپنی مٹی سے تعلق بن کر ٹوٹ نہیں جاتا، اور گہرا ہو جاتا ہے۔

اردو ادب میں اپنے اور اجنبی دیس کا، آبائی گھر اور اجنبی شہر کا، گاؤں اور شہر کی زندگی کا، مختلف شہروں، عمارتوں، مقبروں، باغوں، پہاڑوں، دریاؤں اور مختلف مقامات کا تذکرہ ملتا ہے؛ تاہم اردو تنقید میں ارضی تناظر میں ایک شہر، گاؤں یا گھر کے ساتھ انسانی تعلقات کا یا ایک ''گھر'' کے انسانی زندگی پر اثرات کے دائرہ کار کا ذکر نہیں ملتا۔

اردو میں عصمت چغتائی کے بیشتر افسانوں میں گھر کا، گھریلو زندگی کا تفصیلاً ذکر ملتا ہے۔ان کے افسانوی کرداروں کی زندگی کے تجربے کو کوئی بھی شکل دینے میں گھر مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔ان کے بیشتر افسانوی کردار گھر کی زندگی سے تعلق رکھتے، گھر کی فضامیں جیسی تیسی زندگی بسر کرتے ہیں۔ان کے کچھ نسائی کردار گھر ہونے کے باوجود گھر سے محروم رہتے ہیں تو کچھ کرداروں کو کوشش اور آرزو کے باوجود عمر بھر گھر مل ہی نہیں پاتا۔عصمت کے نسوانی کرداروں کو گھر سے محروم کرنے کا سبب بالعموم مرد حضرات بنتے ہیں۔مثلاً افسانہ ''بھابھی'' کی دونوں لڑکیاں شہناز اور شبنم شادی سے پہلے آزادانہ زندگی بسر کرنے کا تجربہ کر رہی ہوتی ہیں؛ مگر شادی کے بعد گھر گرہستن بن کر رہ جاتی ہیں۔

افسانے کی بیان کنندہ کا بھائی پہلے شہناز سے شادی کرتا ہے۔ وہ گھریلو معاملات میں پھنس کر جسمانی اور ذہنی طور پر ناکارہ ہو جاتی ہے تو اسے طلاق دے کر شبنم سے شادی کرلیتا ہے۔ شہناز کی طرح شبنم کا مقصد بھی بچے پیدا کرنا اور پیٹ بھر کر کھانا ہی رہ جاتا ہے تو بھائی صاحب ایک رقاصہ میں دلچسپی لینے لگتے ہیں۔ دونوں عورتیں برباد ہو جاتی ہیں؛ مگر ان کا شوہر جوان رہتا ہے۔ وہ خود تو زندگی سے من مانی کا تعلق قائم کرتا ہے؛ مگر اپنی بیویوں کو گھر، بچوں اور کھانے پینے کے معاملات تک محدود کر کے رکھ دیتا ہے۔ دونوں عورتوں کو وہ گھر، وہ جگہ نہیں مل پاتی جس کے وسیلے سے وہ زندگی سے محبت، امنگ اور تخلیق کا رشتہ قائم کرپاتیں؛ انھیں وہ شوہر، گھر اور حالات ملتے ہیں جو ان کا زندگی سے یکسانیت، بیزاری اور بوریت کا تعلق قائم کرتے ہیں۔ گھر کی چار دیواری ان عورتوں کے لیے ایک ایسا قید خانہ بنتی ہے جس کی دیواریں اتنی اونچی ہوتی ہیں کہ وہ ان دیواروں سے باہر پھیلی ہوئی زندگی کا تصور نہیں کرپاتیں۔

عصمت کے بیشتر نسائی کردار بس سادہ سی گھریلو زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے کوئی بڑے خواب نہیں ہیں۔ ان کی زندگی کا سب سے بڑا خواب یہی ہے کہ کوئی مرد ان سے شادی کرلے۔ انھیں اپنے گھر میں، رشتہ داروں میں جگہ دے دے۔ ان عورتوں کے لیے گھر کے معانی محض خاوند کی ہستی کے ہونے تک محدود ہیں۔ افسانہ ''کنواری'' کی مرکزی کردار مدن بھی ایک ایسی ہی خاتون ہے جو بس شوہر چاہتی ہے۔ وہ بیسوا ہے، اس لیے اس کے ذہن میں کسی مرد کا مل جانا ہی پورا گھر مل جانے کے ہم معنی ہے۔ مدن اپنی زندگی میں، شوہر کی، رشتوں کی، گھر کی کمی کو کس شدت سے محسوس کرتی ہے۔ درج ذیل اقتباسات (2) میں اس کے جذبات کا اظہار ملاحظہ ہو:

> "بارہ بجے کے بعد سندر بہن بھائیوں کی ٹولی میں ہنستا قہقہے لگاتا آیا تو مدن رو پڑی۔ کیا وہ بھی کبھی یوں خاندان میں گھل مل کر ان کی اپنی بن سکے گی۔ اس کے بھی دیور جیٹھ ہوں گے، نندیں اور دیورانیاں ہوں گی۔"

> "وہ زندگی انسان کو کیا بنا دیتی ہے۔ جہاں نہ ماں کا پیار، نہ باپ کی شفقت، بھائیوں کے پیار بھرے گھونسے نہ بہنوں کی میٹھی میٹھی چٹکیاں۔ تم تھوہر کا پودا ہو۔ نہ پھول نہ پھل۔۔۔ مجھے نوکر سمجھ کر رکھ لو۔ تمھاری ماں کے پیر دھو کر پیوں گی۔ انھیں پلنگ پر بٹھا کر راج کراؤں گی۔ تمھارے نوکر کتنا پیسا چراتے ہیں۔ میں تمھاری نوکر بن کر رہوں گی۔"

مدن کے تینوں چاہنے والے مرد اس کو دھوکا دیتے ہیں۔ اس کی دلھن بننے ، سسرال میں رہنے کی خواہش پوری نہیں ہوتی ؛ تاہم وہ مایوس نہیں ہوتی ، شوہر کی تلاش جاری رکھتی ہے۔ افسانہ ''کنواری'' اور ''بھابھی'' اس اعتبار سے ایک دوسرے کے مماثل ہیں کہ دونوں میں ''کنواری'' اور شادی شدہ عورتوں کا انجام ایک جیسا ہوتا ہے، ان عورتوں کے وجود کو کہیں پناہ نہیں مل پاتی ؛ جبکہ مرد کا وجود جنسی اور جذباتی اعتبار سے اپنے گھر میں اس قدر تسکین اور تحفظ محسوس کرتا ہے کہ دونوں افسانوں میں شادی شدہ ہو کے بھی وہ ''کنوارا'' اور جوان رہتا ہے۔

افسانہ ''امر بیل'' میں ایک بوڑھا مرد (شجاعت) اپنی پہلی بیوی کی وفات کے بعد خود سے بتیس برس چھوٹی، محض سولہ برس کی لڑکی سے شادی کر لیتا ہے۔ اس کی نئی دلھن حسین ہوتی ہے۔ شجاعت میاں خود تو بوڑھے ہو جاتے ہیں ؛ مگر ان کی بیگم دو بچوں کی ماں بننے کے باوجود جوان رہتی ہے۔ اپنے بڑھاپے اور بیوی کے حسن اور جوانی کے معاملے کو لے کر شجاعت میاں ذہنی کشمکش کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنی جوان بیوی پر شک کرتے ، اس پر الزام لگاتے ہیں۔ مرنے سے قبل قرآن کی قسم اٹھا کر یہ کہتے ہیں کہ رخسانہ بیگم سے ہونے والے دونوں بچے ان کے نہیں ہیں۔ وہ اپنے ستم میں یہیں تک نہیں رک جاتے ؛ بلکہ جائیداد اپنی بیوی اور بچوں کے نام کرنے کے بجائے بہنوں کے نام کر جاتے ہیں۔ افسانے میں جوان عورت کو امر بیل اور بوڑھے کو برگد کے پیڑ کی مانند قرار دیا گیا ہے ؛ حالانکہ بوڑھا امر بیل کا کردار ادا کرتا ہے کہ ایک جوان عورت اور اس کے بچوں کی زندگی کو کھا جاتا ہے۔ حقیقت میں وہ نوجوان لڑکی اس برگد کی مانند ہے جس کی چھاؤں میں دو ننھے پودوں کو پلنا ہے ؛ مگر بوڑھا ان لمحات میں اپنی بیوی سے گھر چھینتا ہے جن لمحوں میں اسے اور اس کے بچوں کو تحفظ کے احساس کی حد درجہ ضرورت تھی۔

افسانہ ''اللہ کا فضل'' بھی بے جوڑ شادی کے جنسی و نفسیاتی مسائل و نتائج کا احاطہ کرتا ہے۔ مرکزی کردار امداد میاں پینسٹھ برس کے ہیں۔ مالدار ہیں۔ شادی شدہ ہیں۔ چار بچیوں کے باپ ہیں۔ بیٹے کی آڑ میں بائیس برس کی لڑکی (فرحت) سے دوسری شادی کرتے ہیں۔ ان کے اندر بچہ پیدا کرنے کی طاقت نہیں رہتی ؛ تاہم وہ جنسی معاملے میں ذہنی بھوک کا شکار ہیں۔ ان کی اس ذہنی بھوک کا خمیازہ فرحت کو بھگتنا پڑتا ہے۔ فرحت طلاق چاہتی ہے ؛ مگر اس کی ماں طلاق کا نام سن کر کانپ جاتی ہے۔ فرحت کو انور کی شکل میں من پسند دولہا بھی مل جاتا ہے ؛ مگر وہ اپنی ماں کی وجہ سے اپنے شوہر کو برداشت کرتی ہے (3):

"ان کا رونا نہیں دیکھا جاتا، کل انہیں بڑے زور کا دورہ پڑا۔ دانت بھنچ گئے، بس اتنی سی بات ہوئی تھی کہ میں نے کہا انہیں منع کر دو منگل و نگل کو نہ آئیں، میں ان کی صورت نہیں دیکھنا چاہتی۔۔۔۔ مجھے گھن آتی ہے ہائے آنٹی آپ کو کیا بتاؤں وہ تو آدمی نہیں کتا ہے۔"

انور، فرحت کو حاملہ کر کے پچھتاتا ہے، مگر امداد میاں کا گھرانہ اور خاص طور پر فرحت کی ماں سکینہ اپنے نواسے کی پیدائش پر بہت خوش ہوتی ہے۔ اس افسانے میں فرحت کو گھر تو مل جاتا ہے، مگر کیا اسے ایسا گھر کہا جا سکتا ہے جہاں ایک عورت کا جسم و ذہن سکھ کے احساس کو کچھ دیر کے لیے محسوس کر سکے؟ عصمت کے نسوانی کرداروں کو اپنا وقت، اپنا کمرہ، اپنی سوچ کے مطابق وہ ماحول نہیں پاتا جس میں وہ اپنی تنہائی سے، دوسروں سے کوئی صحت مند تعلق قائم کر سکیں۔ یہ تمام کردار غیر صحت مندانہ ماحول میں زندگی کاٹنے کا تجربہ کرتے ہیں۔ عصمت کے ہاں کوئی قابل مثال گھرانہ نظر نہیں آتا۔ عصمت کے افسانوں کی گھریلو دنیا کے تمام نسائی کردار گھر کے تاریک پہلوؤں کا سامنا کرتے ہیں۔ کم کردار اس تاریکی میں سے نکل کر کسی حد تک بہتر زندگی گزارنے کا تجربہ کر پاتے ہیں؛ ورنہ بیشتر کردار تو تاریکی میں ڈوبتے ہی چلے جاتے ہیں۔

بے جوڑ شادی کے عورت کی زندگی پر ہونے والے منفی اثرات کو عصمت طرح طرح سے اپنے افسانوں کا موضوع بناتی ہیں۔ مثلاً افسانہ "اپنا خون" کے نواب بہادر کم سن چھمی کو اپنی جنسی ہوس کی خاطر محل میں جگہ دیتے ہیں۔ چھمی کا شمار ان بچیوں میں ہوتا ہے جو اپنے مستقبل کی تاریکی کا اندازہ کرنے میں ناکام رہتی ہیں۔ افسانہ "لحاف" کے نواب صاحب بھی خود سے کم عمر عورت سے شادی کرتے ہیں۔ وہ امرد پرست ہیں۔ ان کی بیوی گھر میں تنہائی محسوس کرتی ہے۔ جنسی تسکین سے محروم رہتی ہے تو اپنے شوہر کی طرح وہ بھی جنسی انحراف سے کام لینے پہ خود کو مجبور پاتی ہیں۔

ان میل، بے ہنگم شادی کی ایک انوکھی مثال افسانہ "چڑی کی دکی" میں بھی ملتی ہے۔ ایک حسین لڑکا، جس پہ کئی حسین لڑکیاں جان دیتی ہیں، محض اپنی انا کی تسکین کی خاطر ایک کالی کلوٹی، بدتمیز اور بد صورت لڑکی سے شادی کر لیتا ہے۔ عالمہ ٹیڑھی کردار ہے۔ وہ عبدالحئی کو ناپسند کرتی ہے۔ اس کی طرف سے آنے والے رشتے کو پہلے پہل حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ عالمہ حقیقت پسند ہونے کے پیش نظر ایک رنڈے، دو بچوں کے باپ، چالیس پینتالیس سالہ استاد سے شادی کرنے کا فیصلہ کرتی ہے؛ مگر عبدالحئی کی انا اس قدر اندھی ہو جاتی ہے کہ وہ ان دونوں میں علیحدگی کروا کر خود عالمہ سے نہ صرف شادی کر لیتا ہے؛ بلکہ اس تعلق کو بادل نخواستہ نبھاتا بھی ہے۔

افسانہ ''کلو کی ماں'' میں کلو کی بیوہ ماں پھٹے پرانے کپڑوں اور دو وقت کی روٹی کی خاطر مختلف گھروں کے کام کرتی ہے۔ ایک بوڑھے نواب کے گھر میں کام کرتی ہے کہ بوڑھا نواب، جو زندگی کے آخری ایام گزار رہا ہوتا ہے، جس کی اولاد اس کے مرنے کی منتظر ہوتی ہے۔ وہ اپنی پچیس سالہ نوکرانی (کلو کی ماں) سے نکاح پڑھوا لیتا ہے۔ کلو کی ماں دو وجوہات کی بنا پر شکست قبول کر لیتی ہے۔ ایک تو یہ کہ نواب کلو سے مانوس ہو جاتا ہے، دوسرا یہ کہ کلو کی ماں کو بیس ہزار نقد مہر دیا جاتا ہے اور ساتھ ہی ایک کوٹھی بھی اس کے نام کر دی جاتی ہے۔ عصمت (4) لکھتی ہیں:

"کوٹھی میں بم پھٹ پڑا۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ رات کو دادا میاں نے کلو کی ماں سے نکاح پڑھوا لیا۔
بیس ہزار مہر نقد بنک میں اور نہر والی کوٹھی جس کا ڈیڑھ سو روپیہ مہینہ کرایہ آتا تھا۔"

افسانہ ''بڑی شرم کی بات'' کا شوہر راؤ اپنی بیوی ڈھونڈی کو بے سہارا چھوڑ کر دوسری شادی کر لیتا ہے۔ پھر دبئی چلا جاتا ہے۔ وہیں اپنی نئی دلھن کو بھی بلا لیتا ہے۔ راؤ، سیٹھ کا ڈرائیور تھا۔ ڈرائیونگ کے دوران غلطی کے نتیجے میں سیٹھ اسے اپنے گیرج سے نکال دیتا ہے۔ راؤ اپنی بیوی کو زندگی سے نکال دیتا ہے۔ راؤ شراب کا رسیا ہے۔ بیٹی کی پیدائش پر بیوی کو مارتا ہے۔ ڈھونڈی اپنی دو بیٹیوں کی وفات اور شوہر سے طلاق کے بعد تنہا، بے گھر رہ جاتی ہے۔ اس مشکل صورت حال میں وہ آٹھ دس گھروں کے کام کرنا شروع کر دیتی ہے۔ وہ ذرا سنبھلتی ہے تو رگوناتھ سے شادی کر لیتی ہے؛ مگر رگوناتھ بھی سیٹھ کی طرح شرابی نکلتا ہے۔ وہ ڈھونڈی سے شادی اسے تحفظ دینے کی خاطر نہیں؛ اس کی مالی صورت حال دیکھ کر اپنے تحفظ کی خاطر کرتا ہے۔

افسانہ ''چوتھی کا جوڑا'' کی ایک بیوہ ماں بھی اپنی بیٹی کے لیے سوائے ''گھر'' کے اور کچھ نہیں چاہتی۔ وہ اپنی بیٹی (کبریٰ) کے بیاہ کے لیے اپنے داماد کی خدمتیں کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی۔ خود بھوکا رہ کر داماد کو اس امید پر ایک سے بڑھ ایک عمدہ کھانے کھلاتی ہے کہ لڑکا اس کی بیٹی سے شادی کر لے گا؛ مگر لڑکا اس کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کر کے اس گھر سے ہمیشہ کے لیے چلا جاتا ہے۔ یہاں بھی ایک ماں اور اس کی نوجوان لڑکی کے ذہن میں داماد اور شوہر کا تصور محض گھر، روٹی اور کپڑے تک محدود ہے۔ ماں فقط یہ چاہتی ہے کہ اس کی جوان تنہا بیٹی مچھروں کی کوٹھڑی سے نکل کر اپنے شوہر کے گھر میں جا کے بس جائے۔ گھر میں بس جانے کی خواہش بہ ظاہر معمولی سی، سادہ سی خواہش ہے؛ مگر عصمت کے نسوانی کردار اس بنیادی ضرورت سے محروم رہتے ہیں۔ وہ اس دنیا میں بسنے کی آرزو رکھتے ہیں؛ مگر انھیں اتنی بڑی دنیا میں زمین کا ایسا کوئی ٹکڑا نصیب نہیں ہو پاتا جس میں وہ اپنے کچھ ہی لمحے بہتر احساسات کے ساتھ گزار سکیں۔

افسانہ ”شادی“ کی مرکزی کردار ایک کنواری عورت ہے۔ وہ بھی اپنے دوست نور سے شادی کی خواہش مند ہے۔ اپنے تخیل میں اس سے شادی کے خواب بن لیتی ہے؛ مگر یہ جان کر اس کے تخیل کا بے بنیاد گھروندا ڈھے جاتا ہے کہ نور ڈیڑھ ماہ پہلے ہی نیلی سے شادی کر چکا ہوتا ہے۔

افسانہ ”ننھی کی نانی“ میں ننھی اور اس کی ان پڑھ نانی کو کسی کے یہ بتانے اور سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ دنیا آدمی کا مستقل ٹھکانہ نہیں ہے۔ یہاں زمین کا کوئی ٹکڑا مستقل طور پر تو کیا؛ کچھ دیر کے لیے بھی ننھی اور اس کی نانی کے حصے میں نہیں آتا۔ وہ دونوں عمر بھر بے گھری اور بے عزتی کے تجربے سے گزرتی ہیں۔ نانی سماج کی نوکرانی ہے۔ اس کے پاس اس سے بہتر اور کوئی راستہ نہیں ہے کہ وہ اپنی نواسی کو بھی کسی کھاتے پیتے گھر میں روٹی، کپڑے اور ڈیڑھ دو روپیہ مہینہ پر بہ طور نوکرانی کے چھوڑ دے۔ ننھی کھاتے پیتے گھر کے مرد کے ہاتھوں جنسی استحصال کا شکار ہوتی ہے۔ وہ نانی کے ہاتھوں سے نکل کر ہیرا منڈی جا پہنچتی ہے۔ نانی اپنی کوٹھڑی میں تنہا رہ جاتی ہے۔ نانی کے لیے کوٹھڑی کے معنی گھر کے یا کسی تحفظ خانے کے نہیں ہیں؛ بلکہ ایک اجنبی، گئی گزری، خستہ حال، ایک ایسی گری پڑی جگہ کے ہیں جہاں کوئی بھی گرا پڑا آدمی، آندھی اور بارش سے بچنے، اپنی چند راتیں کاٹنے کے لیے اس عارضی ٹھکانے کو اپنے وجود سے لگا سکے۔ عصمت (5) لکھتی ہیں:

> "نانی کا کوئی مستقل ہیڈ کوارٹر نہیں۔ سپاہی جیسی زندگی ہے۔ آج اس کے دالان میں تو کل اس کی صحنچی میں۔ جہاں جگہ ملی، پڑاؤ ڈال دیا۔ جب دھتکار پڑی، کوچ کر کے آگے چل پڑیں۔ آدھا برقع اوڑھا اور آدھا بچھا لمبی تان لی۔"

افسانہ ”خرید لو“ کی مرکزی کردار بھی ماں اور بیٹی ہیں۔ کیتھی کی ماں بھی نوکرانی ہے۔ وہ اپنی بیٹی کے ساتھ دو کمروں کے گھٹے ہوئے فلیٹ میں رہتی ہے۔ کیتھی تین سال کی تھی کہ اس کا باپ اس کی ماں اور اسے چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ مسز راس اپنی بیٹی کو محبت سے پالتی ہے؛ مگر جونہی وہ پندرہ برس کی ہوتی ہے، بری صحبت کے نتیجے میں ماں کے ہاتھوں سے نکل جاتی ہے۔ چوریاں کرتی ہیں۔ سگریٹ اور نشے میں پناہ لیتی ہے۔ مسز راس اکیلی رہ جاتی ہے۔ اسے نہ کسی جگہ سے اور نہ ہی کسی انسانی رشتے سے ذہنی و جسمانی تحفظ کا احساس مل پاتا ہے۔

عصمت چغتائی کے پہلے افسانے ''گیندا'' کی مرکزی کردار بھی پندرہ برس کی عمر میں بیاہ دی جاتی ہے۔ وہ بیوی بنتی ہے تو شوہر کے مظالم سہتی ہے۔ماں بنتی ہے تو بھوکی رکھی جاتی ہے،اس کے بیٹے کی پیدائش پر کوئی خوشی منانا تو درکنار ؛آئے روز اسے اس قدر جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے کہ وہ مرتے مرتے بچتی ہے۔

عصمت کے افسانوں میں گھر کے افراد ہی گھر پر اثرانداز نہیں ہوتے، باہر کی دنیا بھی گھر پر اثرانداز ہوتی ہے۔ مثلاً افسانہ ''تیسری آنکھ'' میں باہر کی اندھی، ظالم دنیا ایک گھر پر، ایک خاندان کی زندگی پر حملہ آور ہو کر، پہلی ہی رات میں ایک عورت کا سہاگ لوٹ لیتی ہے۔غنڈے اچما کے شوہر کو گولیوں سے مار ڈالتے ہیں۔ردعمل میں پورا گاؤں ایک گھر کی مانند نظر آتا ہے۔ گاؤں کے ایک گھر کا غم پورے گاؤں کا غم بن جاتا ہے۔پورا گاؤں مل کر اس بیرونی طاقت کا مقابلہ کرتا، اپنے گھر کو اس طاقت سے محفوظ کرنے کے لیے جدوجہد کرتا ہے عصمت(6) لکھتی ہیں:

"رات گئے کسی جھونپڑی سے دبی گھٹی بین کی صدائیں اٹھتی ہیں۔ شکاری فوراً جھپٹتے ہیں؛ مگر اسی دم ساری جھونپڑیوں سے ماتم کی آوازیں بلند ہونے لگتی ہیں اور دھیرے دھیرے پورا گاؤں ماتم کدہ بن جاتا ہے۔ ۔۔کون مارا گیا؟ کس کا سہاگ اجڑا؟ کس کی مانگ کو آگ لگی؟ کس کی کوکھ جلی؟ کوئی نہیں قبولتا کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ مرنے والا کس کا پیارا نہیں تھا۔پھر وہ سپاہی جس کی گولی نشانے پر بیٹھی تھی دوسرے دن کسی جھاڑی کے پیچھے مردہ پایا جاتا ہے۔"

عصمت کی افسانوی گھریلو دنیا میں محض عورت ہی بے گھری کے کرب سے نہیں گزرتی؛مرد بھی اس تکلیف کو برداشت کرتا ہے۔ عصمت کے افسانوں میں محض مرد ہی عورت کو گھر سے محروم کرنے کا سبب نہیں بنتا، عورت بھی مرد کا گھر سے، زندگی سے تعلق کمزور کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ مثلاً افسانہ ''ڈائن'' کی اہم کردار ماں اپنی بیٹی اور داماد کے گھر میں رہتی ہے۔ وہ اپنی بیٹی کو اپنے شوہر کا، حتیٰ کہ نواسے کا بھی کوئی کام نہیں کرنے دیتی۔وہ اپنے داماد اور نواسے کے سارے کام خود سنبھال لیتی ہے۔بیٹی اور نواسے پر حد سے زیادہ توجہ دیتی ہے۔ مرد چاہتا ہے کہ اس کا اپنی بیوی اور بچے کے ساتھ تعلق پروان چڑھے۔ وہ اپنی بیوی کو اپنے کئی کام سونپتا ہے؛ مگر اس کا کوئی بھی کام سرانجام دینے کے لیے بیوی کے بجائے اس کی ساس درمیان میں آن ٹپکتی ہے۔ بوڑھی خاتون اس جوڑے کی زندگی میں اس قدر حائل ہے کہ وہ میاں بیوی کے تعلق کے بننے، پروان چڑھنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنتی ہے۔ یہاں ماں کے آرکی ٹائپ کا سلبی

پہلو سامنے آتا ہے، جو اپنی بیٹی، نواسے اور داماد کی ذاتی زندگی میں اس قدر داخل ہو جاتی ہے کہ شوہر (حامد) اپنے گھر میں ہوتے ہوئے بھی خود کو اجنبی محسوس کرتا ہے۔ عصمت (7) یوں لکھتی ہیں:

"کیا زندگی۔۔۔زندگی۔۔۔یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے پڑی ہو۔ اماں جان منہ میں پانی ٹپکا دیں تو خیر ورنہ نہیں۔۔۔اماں جان روٹی دیں تو پیٹ بھرو ورنہ بھوکے ہی رہیں۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ توبہ۔ توبہ۔ یہی نہیں معلوم ہوتا اپنے گھر میں رہتے ہیں۔۔۔ایسا لگتا ہے جیسے سرائے میں پڑے ہیں۔"

افسانہ "چارپائی" کے مرکزی کردار بوڑھے میرن کو چار شادیاں کرنے کی بنا پر اپنا گھر ہونے کے باوجود بے گھری کا تجربہ کرنا پڑتا ہے کہ وہ اپنی بیویوں سے تنگ آکر مسجد میں ڈیرہ ڈال لیتا ہے۔ عصمت (8) لکھتی ہیں:

"پورا ہفتہ ہونے کو آرہا تھا۔ میرن میاں اپنی چارپائی سے بدن چرائے مسجد میں ڈیرہ ڈالے بیٹھے تھے۔ کرتہ اور تہمد چکیٹ ہو گیا تھا، مگر انھیں ہوش نہ تھا۔ بیگمیں بار بار لونڈیوں کو بھیج رہی تھیں۔ مگر میاں روٹھے بیٹھے تھے۔ مسجد میں کوئی بھوکا نہیں مرتا۔"

افسانہ "یار" میں اکبر کا دوست ریاض، اکبر کی اجازت سے اس کی خاندانی زندگی میں اس قدر شامل ہو جاتا ہے کہ وہ اس کی بیوی اور بچوں کی تمام گھریلو ذمہ داریاں سنبھال لیتا ہے۔ ریاض شادی نہیں کرتا۔ فریدہ (اکبر کی بیوی) اور اس کے بچوں کی دیکھ بھال میں بیس برس گزار دیتا ہے۔ اکبر شراب کی لت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اپنے گھر اور خاندان کے ساتھ کوئی رشتہ قائم نہیں کر پاتا؛ جبکہ ریاض اس گھر کا فرد نہ ہونے کے باوجود بھی فریدہ کا "شوہر" اور اس کے بچوں کا باپ بن کر زندگی بسر کرتا ہے۔ اقتباس (9) دیکھیے:

"شادی پرانی ہوتی گئی؛ مگر ریاض کی اہمیت دن بدن بڑھتی گئی۔ فریدہ نے انجانے طور پر سارے شوہروں والے اوپری کام ریاض سے لینے شروع کر دیے۔"

اکبر اپنا خاندان اور گھر ہونے کے باوجود گھر سے تعلق قائم نہیں کر پاتا تو اس کی ذمہ دار اس کی بیوی بھی ہوتی ہے۔ وہ اپنے طرزِ حیات، اپنے گھر کو وہ شکل نہیں دیتی کہ جس میں اس کے شوہر کا دل لگ سکے۔ اکبر گھر کے بجائے نشے میں پناہ لیتا ہے۔ نشہ اس کو اپنی آغوش میں کچھ دیر کے لیے پناہ دے دیتا ہے؛ مگر نشے کی زیادتی کے سبب وہ دوسروں کو اپنی آغوش میں جگہ دینے کے قابل نہیں رہتا۔

افسانہ "نئی دلھن" میں ستر برس کی ولایتی لیڈی ڈاکٹر مس نیوز پچیس چھبیس برس کے ہندوستانی نوجوان سے شادی رچا لیتی ہے۔ مس نیوز بدصورت ہے۔ طلاق یافتہ ہے۔ تن تنہا اپنی کوٹھی میں رہتی ہے۔ اپنی دولت کی طاقت کے

بل بوتے پر مختلف مردوں کو پھنساتی ہے۔ وہ ان سے شادی کرنا چاہتی ہے؛ مگر ہر کوئی اسے چھوڑ دیتا ہے۔ بالآخر وہ نوجوان نور محمد کی زندگی پر قابض ہونے میں کامیاب رہتی ہے۔ افسانہ نو آبادیاتی دور کی طرف دھیان دلاتا ہے۔ انگریز مرد ہی نہیں، یہاں عورت بھی ممکن حد تک اپنے طریقے سے ہندوستانی عوام کا استحصال کرتی نظر آتی ہے۔ ایک تو یہ انگریز ڈاکٹرنی ہندوستانی خاندان سے بچہ جنوائی کی بھاری رقم وصول کرتی ہے۔ ان سے اپنے ناز نخرے الگ اٹھواتی ہے۔ پھر ایک نوجوان سے شادی کرکے اس کی زندگی برباد کرتی ہے۔ اقتباس (10) دیکھیے:

"مجھے وہم تھا مرد ہی اپنی دولت کے زور پر ننھی سی دلہن بیاہ لاتے ہیں۔ مجھے نہیں پتہ تھا کہ دولت مند عورتیں بھی چاہیں تو چوزے بیاہ لاتی ہے۔"

یہاں واضح رہے کہ مس نیوز کے آنے سے قبل مسیتاً دائی بچے کی جنوائی کے سلسلے میں اپنی خدمات کے لیے حاضر تھی؛ مگر اسے نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اس کی صلاحیتوں پر اعتبار نہیں کیا جاتا؛ حالانکہ اس سے قبل خاندان کے سارے بچے اسی کے ہاتھ کے تھے۔ مسیتاً دائی بہ طور "ڈاکٹر" ہندوستانی کلچر اور تہذیب کی نمائندہ کے طور پر سامنے آتی ہے جسے "اہل خانہ" اب شک کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

افسانہ "بہو بیٹیاں" میں بھی مرد گھر سے محرومی کے تجربے سے گزرتا ہے۔ افسانے کی راوی ایک بہن ہے۔ وہ اپنے بھائیوں اور بھابھیوں کی گھریلو زندگی کی روداد بیان کرتی ہے۔ پہلا بھائی پون درجن بچے ہونے کے باوجود بھی خود کو کنوارا محسوس کرتا ہے کہ اسے یہ لگتا ہے کہ اس کی بیوی اس کے تمام اہل خانہ کی کچھ نہ کچھ لگتی ہے، مگر وہ اب بھی اپنا دل کنوارا لیے پھر رہا ہے۔ شوہر ایک تو اپنی بیوی کی توجہ نہ ملنے کا شکوہ کرتا ہے؛ دوسرا اپنے بدسلیقہ پون درجن بچوں کی وجہ سے دکھی نظر آتا ہے۔ اقتباس (11) دیکھیے:

"جب ناک چاٹتے ننگ دھڑنگ بسورتے ہوئے کینچوے کسی محفل یا پارٹی میں میرے بھیا کو چھو دیتے ہیں تو وہ ایسے اچھل پڑتے ہیں جیسے بچھو نے چٹک لیا ہو۔"

دوسرا بھائی سسرال کے گھر میں داماد کے طور پہ رہتا ہے۔ وہ دن بھر کوٹھی میں پڑا رہتا ہے۔ شراب پیتا ہے اور بیوی سے طعنے سنتا ہے۔ اقتباس (11) دیکھیے:

"آرام دہ کمرے میں سر و پیر سے بے خبر پڑا ہے۔ اب تو اسے اپنی رفیق زندگی کی آنکھوں سے گزرتے ہوئے سوال بھی نہیں جگا سکتے۔ وہ یہی تو کہتی ہے کہ "تمہارا مصرف کیا ہے؟ میرے باپ کی جلد بازی نے

تمہیں اس جنت ارضی میں لاڈالا ہے۔ اسے غنیمت جانو جو یہ نہ ہوتا تو جوتیاں چٹخاتے پھرتے، ایسے موقع پر اس کا جی چاہتا ہے کہ وہ دنیا کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر پٹخے اور۔۔۔"

تیسرے بھائی کی بیوی بھی امیر زادی ہے؛ مگر اپنے خاوند سے داخلی تعلق نہیں رکھتی۔ شوہر اپنی بیوی کے سوا ایک اعلیٰ افسر کی عورت سے عشق کرتا ہے؛ جبکہ بیوی ایک کے بجائے کئی مردوں سے مراسم قائم ہوئے ہے۔ مذکورہ بھائیوں کی نفسیاتی صورت حال سے اندازہ ہوتا ہے کہ عصمت کے افسانوں میں محض غریب طبقہ ہی گھر یا گھر سے ملنے والے ذہنی سکون سے محروم نہیں رہتا؛ بلکہ امیر طبقے کے افراد بھی اپنے گھر سے محبت اور شوق کا تعلق قائم کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔

ایک گھر میں بیویوں کی زیادہ تعداد بھی مرد کا گھر سے رشتہ کمزور کرتی ہے۔ افسانہ "چارپائی" کے مرکزی کردار میرن میاں چار عورتوں سے بیاہ کرتے ہیں۔ ان سب سے اس قدر تنگ پڑ جاتے ہیں کہ گھر چھوڑ کر مسجد میں سونے لگتے ہیں۔

ایک گھر میں بچوں کی زیادہ تعداد بھی عصمت کے زنانہ و مردانہ کرداروں کی زندگی کے سکون کو تباہ کرنے کا باعث بنتی ہے۔ مثلاً افسانہ "بہو بیٹیاں" کا مرد کردار پون درجن بچوں کے ہونے کی وجہ سے اپنے گھر سے تنگ نظر آتا ہے ؛جبکہ افسانہ "اف یہ بچے" کی مرکزی کردار پھوپھی جان بھی گھر میں ڈیڑھ درجن بچے ہونے کی وجہ سے پریشان ہے۔ وہ پڑھی لکھی، مہذب خاتون ہے؛ مگر بچوں کا شور شرابہ اس کی زندگی کو مشکل بنا چھوڑتا ہے۔ اقتباس (12) ملاحظہ ہو:

> "اف یہ بچے! بھلا کوئی کاہے کو سگھڑاپا دکھائے اور کیسے؟ جس اجڑے گھر میں کچھ نہیں تو ڈیڑھ درجن بچے موجود ہوں کیسے کچھ کرے، لوگ کہنے کو تو ہو جائیں گے کہ اوئی ذرا پڑھی لکھی لڑکیوں کی حالت تو دیکھو۔ کہو بھلا نصیبوں جلی پڑھی لکھی لڑکی کیا کرے۔ بچے سے بچے ہیں گھر میں۔ خدا جھوٹ نہ بلائے، ڈیڑھ درجن سے کیا کم ہوں گے۔"

عصمت کے کردار کسی نہ کسی وجوہ کی بنا پہ گھر سے دوستی کا رشتہ قائم نہیں کر پاتے۔ ان کرداروں کا کہیں دل نہیں لگتا۔ نہ اپنے گھر میں، نہ گھر سے باہر۔ مثلاً افسانہ "بے کنڈے کی پیالی" کے کبیری کردار پیرو میاں کی منگیتر پاکستان آبستی ہے تو وہ اس کی تلاش میں ہندوستان سے پاکستان کے شہر لاہور میں آتا ہے۔ وہ سکینہ کو تلاش بھی کرنا چاہتا ہے؛ مگر اجنبی ملک میں اس کا دل بھی نہیں لگتا۔ وہ سوچتا ہے کہ یہاں محنت مزدوری شروع کر دے اور ساتھ ہی ساتھ سکینہ کی

تلاش جاری رکھے؛ مگر وہ ایسا نہیں کر پاتا کہ اسے اپنے وطن کی یاد ستانے لگتی ہے اور وہ دھکے کھاتا ہوا اپنے گھر واپس آجاتا ہے۔ یہاں بھی اس کو گھر میں نہیں دنا کے کردار میں پناہ ملتی ہے۔ پیرو میاں کو سکینہ چھوڑ جاتی ہے تو دنا کو اس کی ماں۔ دونوں ایک کوٹھری میں ایک دوسرے کے ساتھ خود کو محفوظ محسوس کرتے ہیں کہ ایک روز دنا بھی پیرو کو چھوڑ کے دوسرے جہان چل بستا ہے۔ اقتباس(13) دیکھیے:

"جب اسے بخار چڑھتا تھا اور ڈراؤنے خواب ستاتے تھے تو وہ پیرو میاں کی پچکی ہوئی چھاتی سے چمٹ کر جیسے ماں کی گود میں رم جاتا تھا۔ یہ اکیلا پن کتنا سونا اور ڈراؤنا ہوتا تھا اور دنا ابھی آٹھ برس کا نہ ہوا تھا۔"

عصمت کے ہاں کچھ کرداروں کو گھر ملتا بھی ہے تو کسی نہ کسی بنا پہ اس گھر سے رشتہ کمزور ہو کے رہ جاتا ہے۔ مثلاً افسانہ "سونے کا انڈہ" کی مرکزی کردار کے ہاں تیسری بیٹی پیدا ہوتی ہے تو تمام اہل خانہ کا ردعمل اس عورت پر اس گھر کو تنگ کر دیتا ہے۔ تیسری بیٹی کی پیدائش پر ماں کا ردعمل(14) قابل ذکر ہے:

"اور تاریک کوٹھڑی کے سب سے تاریک کونے میں ملزمہ اپنی سوجی ہوئی آنکھوں سے ان تینوں پہاڑوں کو دیکھ رہی تھیں، انھیں اپنے رحم میں اپنی مامتا کی چھاؤں میں پروان چڑھایا تھا، ان میں اپنی جوانی کا گرم گرم خون نچوڑا تھا۔۔۔ تین بار اس نے اپنے تیئں پھاڑ کر ایک نیا انسان جنا تھا تین بار خود کو مٹا کر پھر سے بنایا تھا۔"

مذکوہ افسانے میں تیسری بیٹی کی پیدائش ایک عورت کی زندگی کو مشکل بنا چھوڑتی ہے تو افسانہ "وہ کون تھا" میں یہ کشمکش ایک امیر خاندان کی زندگی کو اجیرن بنا کر رکھ دیتی ہے کہ ایک ہی دن میں دو مختلف عورتوں میں سے پیدا ہونے والے بیٹوں میں سے ان کا اپنا بیٹا کون سا ہے؟ رحمت مائی کی بیٹی صغرا اپنے بیٹے کو جنم دیتے ہوئے فوت ہو جاتی ہے۔ اسی روز بیس برس بعد دوسرا بیٹا ٹھکرائن کے ہاں پیدا ہوتا ہے۔ نابینا ہونے کے سبب رحمت مائی اپنے نواسے کو پہچان نہیں پاتی اور نہ ہی ٹھکرائن جان پاتی ہے کہ اس کا بیٹا کون سا ہے۔ یہ مخمصہ مائی رحمت اور ایک ہنستے بستے امیر خاندان کی زندگی کو وبال بنا کے رکھ دیتا ہے۔

عصمت کے چند کردار ہی گھر سے کسی حد تک اطمینان اور دوستی کا تعلق قائم کر پاتے ہیں۔ یہ کردار اپنی ہمت سے اپنے گھر کی گئی گزری حالت کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً افسانہ "کیسی بیوی کیسا شوہر" کی مرکزی کردار آمنہ، راوی (عورت) کی رہنمائی کے نتیجے میں اپنے اختیارات سے واقف ہوتی ہے۔ وہ گھر سے باہر نکل کے پڑھانا، کمانا

شروع کر دیتی ہے۔ اسے اپنے شوہر کی طرف سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے؛ مگر وہ اس مزاحمت کی پروا نہیں کرتی۔ نتیجتاً وہی شوہر جو اسے بے عزت کرتا تھا، اب اس کے ناز و نعم اٹھانے لگتا ہے۔

عصمت کے بیشتر نسوانی کردار روٹی، کپڑے اور مکان سے آگے کی ضرورتوں کا سفر نہیں کر پاتے۔ شوہر اور گھر ان کی زندگیوں کا مرکز و محور ٹھہرتا ہے۔ وہ ان دونوں کو اپنے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ افسانہ "گھر والی" کی مرکزی کردار لاجو بھی مرزا کو دیکھتے ہی اس کے گھر کو دل دے بیٹھتی ہے۔ اس کی سماجی حیثیت ایک نوکرانی کی ہے۔ مرزا کنوارے ہیں۔ گھر میں اکیلے رہتے ہیں۔ لاجو اس سے زیادہ مثالی صورت حال کا تصور نہیں کر پاتی۔ لاجو کی انفرادیت یہ ہے کہ وہ عام نوکرانیوں یا عورتوں کی طرح مرزا سے تنخواہ یا نکاح کا تقاضا نہیں کرتی۔ وہ مرزا کو اپنی ذات کے سارے سکھ دینے کو تیار ہے۔ بدلے میں صرف گھر کی مالکن کا احساس چاہتی ہے۔ اقتباس (15) دیکھیے:

"پہلی ہی نظر میں لاجو دل دے بیٹھی تھی۔ مرزا کو نہیں گھر کو۔ بغیر مالکن کا گھر اپنا ہی ہوا نا۔ گھر مرد کا تھوڑا ہی ہوتا ہے۔ وہ تو مہمان ہوتا ہے۔"

مرزا لاجو سے بیاہ کرنا چاہتے ہیں؛ مگر وہ اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتی۔ وہ مرزا کی خوشی کے لیے اس سے بیاہ کر لیتی ہے؛ مگر اپنے چال چلن سے باز نہیں آ پاتی۔ مرزا سے طلاق لینے، اس سے پٹنے کے باوجود بھی وہ اس کے گھر میں رہنا چاہتی ہے۔ اپنے گھر سے باہر اس کا دم گھٹتا ہے۔ وہ مرزا کے آگے منت کرتی ہے کہ وہ اسے اپنے گھر میں پھر سے بہ طور نوکرانی ہی رکھ لے۔ جنسی و سماجی حالات و واقعات سے مجبور ہو کے مرزا اسے اگلے روز آنے کا کہہ دیتے ہیں۔ ایک اور اقتباس (15) دیکھیے:

"لاجو نے کل ول کا انتظار نہیں چھتوں چھتوں گھر میں کود گئی۔ لہنگے کا لنگوٹ کیا اور جٹ گئی۔ شام کو مرزا لوٹے تو ایسا لگا مرحومہ بی اماں آگئی ہوں۔ گھر صاف چندن۔ لوبان کی بھینی بھینی خوشبو۔ کورے مٹکے پہ جھلملاتا منجھا ہوا کٹورا جی بھر آیا۔ چپ چاپ بھنا ہوا سالن اور روغنی روٹی کھاتے رہے۔ لاجو اپنی حیثیت کے مطابق دہلیز پر بیٹھی پنکھا کرتی رہی۔"

افسانہ "چابڑے" کی مرکزی کردار بھی نوکرانی ہے۔ لاجو کی طرح وہ خود چل کر چابڑے کے گھر نہیں آتی، بلکہ چابڑے اس بدھیا کو اس کے بیٹے سمیت اٹھا کر اپنے گھر لے آتا ہے۔ مرزا شریف آدمی تھا۔ چابڑے بدمعاش،

پہلوان، شرابی اور ذرا ٹیڑھا کردار ہے۔اس کردار سے منٹو کے افسانوی تخیل کی طرف دھیان جاتا ہے۔منٹو کی طرح عصمت بھی انسانی فطرت کے انوکھے، ٹیڑھے، متناقضاتی رنگ سامنے لاتی ہیں۔

چابڑے کی شخصیت کا تناقض یہ ہے کہ وہ بدھیا کو مارتا پیٹتا ہے۔اپنے گھر سے نکل جانے کے لیے کہتا ہے؛ مگر اندر ہی اندر اسے چاہتا بھی ہے۔وہ اس کے بیٹے کو فیکٹری میں ملازمت دلاتا ہے، حتی کہ اپنا موروثی مکان بھی اس کے نام کر دیتا ہے؛ مگر دوسری طرف اپنی غیر مستقل مزاجی کے پیش نظر بدھیا کو ہر صورت میں اپنے گھر سے نکالنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے، لیکن بدھیا کسی صورت گھر سے نکلنے کے لیے تیار نہیں ہوتی۔الٹا چابڑے کو دھمکی دیتی ہے۔بدھیا ہر طرح کا جسمانی تشدد برداشت کرتی ہے، مگر چابڑے کا گھر نہیں چھوڑتی۔افسانہ "گھروالی" میں مرزا لاجو کو شادی پر مجبور کرتا ہے، جبکہ اس افسانے میں بدھیا، احساس گناہ کے باعث چابڑے کو شادی کا کہہ بیٹھتی ہے، مگر بدھیا کی زبانی اس" پاکیزہ" رشتے کے بارے میں گناہ کا لفظ سن کر چابڑے کو طیش آجاتا ہے اور وہ بدھیا کو پیٹنے لگتا ہے۔بدھیا کی وفات کے بعد چابڑے تنہا رہ جاتا ہے۔وہ گھر کے ایک سڑاند حصے میں پڑا رہتا ہے؛ مگر اسے کوئی نہیں پوچھتا۔وہ بدھیا کو یاد کر کے روتا ہے۔بدھیا کی وفات کے بعد چابڑے کو یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ جس گھر میں رہ رہا تھا وہ گھر اس کا گھر نہیں تھا؛ بلکہ اس کا اصل گھر اس کی بیوی تھی۔

ترقی پسند افسانہ نگار ہونے کے پیش نظر عصمت چغتائی اپنے افسانوں کے ذریعے نہ صرف مشرقی عورت کی سمٹی، سکڑی ہوئی گھریلو زندگی کو سامنے لاتی ہیں؛ بلکہ اس عورت کو اس کی صلاحیتوں کا احساس دلاتے ہوئے اس کے اندر گھر سے باہر نکلنے، باہر کی زندگی کا تجربہ کرنے کی تحریک بھی پیدا کرتی ہیں۔افسانہ "آدھی عورت آدھا خواب" کا موضوع مشرقی مرد عورت کی گھریلو اور بیرونی زندگی کی، جبکہ مغربی مرد اور عورت کی گھر کی اور باہر کی زندگی کا تصویر کشی کرنا ہے۔یہ افسانہ اسلوب کے اعتبار سے افسانہ کم اور کسی نسوانی نقاد کا تنقیدی مضمون زیادہ لگتا ہے۔راوی کے مشاہدے کے مطابق مشرقی عورت کی زندگی گھریلو اور مشرقی مرد کی زندگی بیرونی معاملات کا احاطہ کرتی ہے، جبکہ مغربی عورت گھر کے سوا باہر کی زندگی میں بھی مرد کا ہاتھ بٹاتی ہے بعینہ مغربی مرد بھی عورت ہی کی طرح باہر کی زندگی کے ساتھ ساتھ گھر کی زندگی میں بھی عورت کا ساتھ دیتا ہے۔اقتباس (16) دیکھیے:

"ہمارے یہاں کے مرد لمبے چوڑے مقولوں کے لٹھ لیے عورتوں کو ہانکے جارہے ہیں۔چاہے کتنی تنگی ترشی ہو، بیوی گھر کی زینت بنی بیٹھی رہے میاں چرخہ ہو جائیں گے مگر ناک سلامت رہے۔بیوی نسوانیت

کا پٹارہ سنبھالے بیٹھی رہیں چاہے بچوں کو فیس نہ لانے پر شرمندگی اٹھانی پڑے۔۔۔"عورت کی دنیا اس کا گھر ہے۔"تو بس عورتیں لکیر کی فقیر بنی گھر کا گھر وا کرتی رہیں گی۔"

افسانہ "ایک شوہر کی خاطر" کی راوی اور مرکزی کردار ایک کنواری عورت ہے۔وہ پڑھی لکھی اور آزاد خیال عورت ہے۔ریل میں وہ ان عورتوں کے ساتھ سفر کرنے کے تجربے سے گزرتی ہے جن کی کل زندگی کا مرکز و محور ان کا میکہ یا سسرال ہوتا ہے۔اس کے آس پاس کی عورتیں راوی کے متعلق بھی یہی سمجھتی ہیں کہ وہ میکے جا رہی ہے یا سسرال۔وہ سارے سفر میں اس سے محض ازدواجی زندگی سے متعلق ہی سوالات پوچھتی ہیں۔راوی ان کے ساتھ سفر کے نتیجے میں جانتی ہے کہ اس کے سماج کی تمام عورتوں کا زندگی سے رشتہ محض میکے اور سسرال کے گھر کا رشتہ ہے۔وہ عمر بھر اس ننھے سے دائرے سے باہر نکلنے کا تجربہ نہیں کر پاتیں۔

عصمت کی افسانوی دنیا کے اہم کردار ماں باپ، ساس سسر، داماد، بھائی بہن، بھابھیاں، کنواری لڑکیاں، دولھا دلھن، پرانے شادی شدہ جوڑے، بہوئیں، جیٹھ، نندیں، نوکرانیاں، باورچی اور بچے ہیں۔

عصمت کے افسانوں میں گھر سے متعلقہ اور گھر سے باہر موجود جن جگہوں کا ذکر بارہا ہوتا ہے، وہ درج ذیل ہیں: کوٹھی، حویلی، محل، ڈرائنگ روم، گیرج کوٹھڑی، جھونپڑی، گھروندہ، گودام، فلیٹ، برآمدہ، آنگن، پچھواڑا، گلی، محلہ، کالونی، سرائے، مقبرہ، خانقاہ، مندر، مسجد، دفتر، سینما، کچہری، جیل وغیرہ۔

عصمت اپنے افسانوں میں بیان کردہ گھر یا گھر کے کسی کمرے کے داخلی و خارجی مناظر یا نقشوں پر زیادہ توجہ نہیں دیتی۔نہ ہی وہ چھوٹے یا بڑے گھر کے کرداروں پر ہونے والے اثرات کا ذکر کرتی ہے۔اس بیان کنندہ کے لیے ایک جگہ سے زیادہ اس جگہ پر رہنے والوں کی زیادہ اہمیت ہے۔ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ ایک جگہ کو بسانے یا برباد کرنے میں اس جگہ پر رہنے والوں کا بھی عمل دخل ہوتا ہے۔ہم یہ بھی ذکر کر آئے ہیں کہ گھر کا ایک معنی خاوند کا بھی ہے ۔سوائے ایک کردار کے عصمت کے باقی نسوانی کردار گھر کی نہیں خاوند کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ان کے لیے جگہ سے زیادہ آدمی اہم ہے کہ یہی کسی جگہ کو آباد یہی برباد کرتا ہے۔محض افسانہ "گھر والی" کی بیسوا شوہر سے زیادہ گھر کو اہم گردانتی ہے کہ وہ جانتی ہے کہ وہ اپنی جنسی ضرورت تو کسی بھی مرد کے ذریعے پوری کر سکتی ہے، تاہم گھر اسے ہر کوئی نہیں دے سکتا۔مرزا کے گھر میں مرزا کے سوا اور کوئی نہیں رہتا۔مرزا بہ طور انسان بھی بے ضرر آدمی تھا۔ان دونوں

حقیقتوں کے پیشِ نظر ہی لاجو، لالہ کے بنگلے پر مرزا کے گھر کو ترجیح دیتی ہے۔ وہ اندر سے یہ بات جان جاتی ہے کہ لالہ محض اس سے وقتی جنسی تسکین چاہتا ہے؛ جبکہ مرزا اس سے مختلف انسان تھا۔

عصمت کے چند افسانوں میں محض جزوی طور پر کسی مکان یا کمرے کے نقشے کا (یا پھر کسی کمرے کے ماحول کو بہتر بنانے کا) ذکر ملتا ہے۔ مثلاً افسانہ "گھونگھٹ" کی مرکزی کردار گوری دادی شادی شدہ ہونے کے باوجود عمر بھر کنواری رہتی ہے۔ نکاح ہونے کے باوجود گوری دادی اور کالے میاں میں جنسی تعلق قائم نہیں ہو پاتا۔ وجہ کالے میاں اور گوری کی ضد اور انا تھی۔ کالے میاں پہلی رات تحکمانہ لہجے میں گوری بی کو گھونگھٹ اٹھانے کے لیے کہتے ہیں؛ مگر وہ اپنا گھونگھٹ خود نہیں اٹھاتی۔ کالے میاں برسوں بعد ایک بار پھر گوری بی کو رشتہ ازدواج میں بندھنے کا موقع دیتے ہیں؛ مگر اس بار بھی گوری بی کی انا آڑے آجاتی ہے اور وہ اپنا گھونگھٹ خود نہیں اٹھاتی۔ افسانے کا آغاز گوری بی کے مکان کے نقشے کی عکاسی سے ہوتا ہے۔ اقتباس (17) دیکھیے:

"فتح پور سیکری کے سنسان کھنڈروں میں گوری دادی کا مکان پرانے سوکھے زخم کی طرح کھٹکتا تھا۔ ککیا اینٹ کا دو منزلہ گھٹا گھٹا سا مکان ایک مار کھائے روٹھے ہوئے بچے کی طرح لگتا تھا۔ دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا وقت کا بھونچال اس کی ڈھٹائی سے عاجز آکر آگے بڑھ گیا اور شاہی شان و شوکت پر ٹوٹ پڑا۔"

افسانہ "تیسری آنکھ" میں گاؤں ویلی گنڈہ کے ٹوٹے پھوٹے، ننھے گھروندوں کو سجانے سنوارنے کا ذکر ملتا ہے۔ اقتباس (18) دیکھیے:

"دور سے ویلی گنڈہ کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوا کسی بچے کے ٹوٹے پھوٹے گھروندے پڑے ہیں۔ ان سے تو چیونٹیوں کے گھر اور چوہوں کے بل زیادہ آرام دہ اور پائیدار ہوتے ہوں گے۔۔۔ گھر کا کام کاج کیا خاک ہو گا جب گھر ہی دو بالشت کا ہو۔ پھر بھی عورتیں صبح تڑکے اٹھ کر سارا گھر لیپتی ہیں۔ فرصت سے بیٹھ کر دیواروں پر روز نت نئے نقش و نگار بناتی ہیں۔"

اگرچہ ویلی گنڈہ گاؤں کے لوگوں کے گھر چھوٹے اور ناپائیدار ہیں؛ مگر ان کے دل ایک دوسرے کے لیے کشادہ اور مضبوط ہیں۔ گاؤں کے کسی ایک فرد کا مسئلہ پورے گاؤں کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ اس گاؤں کے باسیوں کے لیے گھر نہیں؛ بلکہ ایک دوسرے کا احساس پناہ گاہ کا کام کرتا ہے۔

افسانہ ”وہ کون تھا“ کے مرکزی کردار ٹھاکر اور ٹھکرائن ایک بڑی کوٹھی میں رہتے ہیں۔ اولاد نہ ہونے کے سبب دونوں خود کو دکھی اور غیر محفوظ محسوس کرتے ہیں۔ بیس برس بعد اولا ہوتی ہے تو ٹھکرائن اپنے بیٹے کے لیے کمرے کو سجاتی ہے۔ اقتباس (19) ملاحظہ ہو:

"کمرہ میں زیرو پاور کا نیلا بلب جل رہا تھا۔ نیلا کمرہ، نیلے پردے، نیلی روشنی میں جیسے آکاش کا کوئی اچھوتا کونا تھا۔"

عصمت کے بیشتر مرد کردار شوہر ہیں، شرابی ہیں، عیاش ہیں؛ جبکہ نسوانی کردار بیویاں، نوکرانیاں اور مظلوم ہیں۔ عصمت کے مردانہ وزنانہ کردار محدود دائرے میں زندگی بسر کرنے کا تجربہ کرتے ہیں۔ بیشتر کرداروں کو تو گھر مل ہی نہیں پاتا۔ جن کو ملتا بھی ہے وہ اس سے ذہنی سکون کا رشتہ قائم نہیں کر پاتے۔ گھر کسی کے لیے اپنی ذات کو پھیلانے، کشادہ کرنے کا سبب نہیں بن پاتا۔ گھر ان کرداروں کے لیے نعمت خانہ نہیں، ظلمت خانہ بنتا ہے۔ یعنی مجموعی طور پر عصمت کے ہاں گھر کا محض تاریک رخ سامنے آتا ہے، روشن نہیں۔ مرد کا گھر کے ساتھ رشتہ کمزور ہونے کی وجہ بیویاں، بچے، باورچی اور وہ خود بنتے ہیں، جبکہ عورت کا گھر سے تعلق کمزور کرنے کے ذمہ دار بالخصوص مرد بنتے ہیں۔

## حوالہ جات وحواشی

(1)اردو لغت،تاریخی اصول پر،(1990ء)،جلد نہم،کراچی:اردو لغت بورڈ

(2)چغتائی،عصمت،(2017ء)"کنواری"،مشمولہ،عصمت چغتائی کے شاہکار افسانے،مرتبہ:امر شاہد،جہلم:بک کارنر،ص170،ص174

(3)چغتائی،عصمت،(2017ء)"اللہ کا فضل"،مشمولہ،عصمت چغتائی کے شاہکار افسانے،مرتبہ:امر شاہد،جہلم:بک کارنر،ص78

(4)چغتائی،عصمت،(2017ء)"کلو کی ماں"،مشمولہ،کلیات عصمت چغتائی،مرتبہ:طارق محمود،لاہور،بک ٹاک،ص586

(5)چغتائی،عصمت، (2017ء)"ننھی کی نانی" ،مشمولہ، عصمت چغتائی کے شاہکار افسانے، مرتبہ:امر شاہد،جہلم:بک کارنر،ص336

(6)چغتائی،عصمت،(2017ء)"تیسری آنکھ"،مشمولہ، عصمت چغتائی کے شاہکار افسانے،مرتبہ امر شاہد،جہلم:بک کارنر،ص290

(7)چغتائی،عصمت،(2017ء)"ڈائن"،مشمولہ، عصمت چغتائی کے شاہکار افسانے،مرتبہ:امر شاہد،جہلم:بک کارنر،ص285

(8)چغتائی،عصمت،(2017ء)"چارپائی"،مشمولہ، کلیات عصمت چغتائی،مرتبہ:طارق محمود،لاہور، بک ٹاک،ص393

(9)چغتائی،عصمت،(2017ء)"یار"،مشمولہ،عصمت چغتائی کے شاہکار افسانے،مرتبہ:امر شاہد، جہلم:بک کارنر،ص385

(10)چغتائی،عصمت،(2017ء)"نئی دلھن"،مشمولہ، عصمت چغتائی کے شاہکار افسانے،مرتبہ: امر شاہد،جہلم:بک کارنر،ص245

(11)چغتائی،عصمت، (2017ء)"بہو بیٹیاں" ،مشمولہ، عصمت چغتائی کے شاہکار افسانے، مرتبہ:امر شاہد،جہلم:بک کارنر،ص214،ص217

(12)چغتائی،عصمت،(2017ء)"اف یہ بچے"،مشمولہ، عصمت چغتائی کے شاہکار افسانے،
مرتبہ:امر شاہد، جہلم:بک کارنر،ص361-362
(13)چغتائی،عصمت،(2017ء)"بے کنڈے کی پیالی"،مشمولہ، عصمت چغتائی کے شاہکار افسانے،
مرتبہ:امر شاہد، جہلم:بک کارنر،ص319
(14)چغتائی،عصمت،(2017ء)"سونے کا انڈہ"،مشمولہ،عصمت چغتائی کے شاہکار افسانے،مرتبہ:
امر شاہد، جہلم:بک کارنر،ص261
(15)چغتائی،عصمت،(2017ء)"گھر والی"،مشمولہ، عصمت چغتائی کے شاہکار افسانے،مرتبہ:امر
شاہد، جہلم:بک کارنر،ص179،ص189
(16)چغتائی،عصمت،(2017ء)"آدھی عورت،آدھا خواب"،مشمولہ عصمت چغتائی کے شاہکار
افسانے،مرتبہ امر شاہد، جہلم:بک کارنر،ص73
(17)چغتائی،عصمت،(2017ء)"گھونگھٹ"،مشمولہ، عصمت چغتائی کے شاہکار افسانے،مرتبہ
:امر شاہد، جہلم:بک کارنر،ص294
(18)چغتائی،عصمت،(2017ء)"تیسری آنکھ"،مشمولہ،عصمت چغتائی کے شاہکار افسانے،مرتبہ
:امر شاہد، جہلم:بک کارنر،ص289
(19)چغتائی،عصمت،(2017ء)"وہ کون تھا"،مشمولہ،عصمت چغتائی کے شاہکار افسانے،مرتبہ
:امر شاہد، جہلم:بک کارنر،ص257